Al-Qawārīr - Vol: 03, Issue: 04,
Jul – Sep. 2022

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

خواتین کے حقوق تفریح پر دینی وثقافتی تحدیات

Limitations for Women in Recreational Activities

Nasira Sharif
Assistant Professor of Islamiat, Rawalpindi Women's University, Rawalpindi

Version of Record
Received: 08-Jul-22 **Accepted**: 28-August-22
Online/Print: 28-Sep-2022

ABSTRACT

A Healthy mind is in a healthy body. Entertainment is a source of physical health. This concept isfound in every religion and society. Islam also advocates in favour of good health and sound physique. A healthy and fit Muslim is considered to better than weaker one. Both male and female are encouraged to be active in practical life. Participation in games and other recreational activities are not against the spirit of Islam. It provides a few Islamic principles with reference to the participation. Islam gives the special status to women and being a religion, it does now allow women to participate in any recreational activity with or in front of unknown males. Just like Islam does not allow men to have all types of sports and entertainment, it has set some restrictions on women in term of entertainment. So many religious and cultural constraints prevent females to participate at national or international level. There are special Islamic codes with reference to the women participation like covering her body, avoid the mixing of male and female, dress code etc. It is recommended that females should be given standard facilities for recreation. The facilities should ensure proper separate training centres, exercise labs, gyms, running tracks and playing spaces. Therefore, they carry out their best one and their femininity and dignity should not be damaged.

Keywords: *Entertainment, Recreational Activities, Constraints, Femininity*

تمہید

کائنات میں رونق انسان کے دم قدم سے ہے اس کے بغیر کائنات کا کوئی تصور نہیں۔اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تمام مخلوقات کے جوڑے بنائے ہیں انسان میں یہ جوڑا مرد اور عورت کی شکل میں ہے کائنات کا ایک اہم اُصول اس کا نظم وضبط ہے اگر اس میں بال برابر بھی کمی بیشی ہو جائے تو تو اس میں فساد برپا ہو جائے اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم میں مرد کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اور عورت کی اپنی۔اللہ نے انہیں وہی کام تفویض کیے ہیں جو ان کی فطرت کے مطابق ہوں۔اس میں دونوں ہی برابر کے مسؤل ہیں اس مسؤلیت میں ادنیٰ واعلیٰ کا کوئی تصور نہیں ہے۔

> "اسلام ایک مضبوط اور پائیدار خاندان کو معاشرے کی بقاء کے لیے ضروری سمجھتا ہے اس لیے کہ خاندان ہی کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر ہوتی ہے۔خاندان کا استحکام معاشرے کا استحکام اور خاندان کی بربادی معاشرے کی بربادی ہے۔۔۔اسلام ان اسباب و عوامل سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو اسے منہدم یا کمزور کر کے رکھ دیں۔۔۔اس نظام میں عورت کی بنیادی اہمیت ہے اور وہ اس کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے اس نظام میں اس کے حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی اگر وہ اس سے کنارہ کش ہو جائے اور یک سوئی کے ساتھ اس کی ذمہ داریاں ادا نہ کرئے تو یہ نظام بکھر کر رہ جائے گا۔وہ اسی وقت باقی رہ سکتا ہے جبکہ عورت اسے اپنی سعی اور جدوجہد کا مرکز بنائے رکھے۔"[1]

اسلام نے آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کے بارے میں بھی اعلیٰ اور پاکیزہ تعلیمات دی ہیں اور وہ اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھولو۔﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ ٱلدُّنْيَا﴾[2] دنیا سے حصہ لینے سے مراد یہ ہے کہ انسان عبادات کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ متوازن زندگی گزارنے کے لیے کچھ تفریحات کا اہتمام بھی کرئے اور خوامخواہ کی پابندیاں اپنے اوپر نہ لگائے،اس کی شریعت نے بھی اجازت دہی ہے۔

مولانا گوہر رحمن لکھتے ہیں: چونکہ جسم روح کی سواری ہے اور اس کا ٹھکانہ ہے جس کئے بغیر زندگی بحال نہیں رہ سکتی،اس لیے اسلام نے جسم کے فطری اور طبعی تقاضے پورے کرنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ ان کو جسم کا حق قرار دیا ہے، جس طرح کھانا پینا، سونا، کپڑے پہننا، گرمی اور سردی سے بچنا، جنسی ضرورت پوری کرنا، علاج اور دوائیاں اور دوسری ضروریات اور سہولیات جسمانی تقاضے ہیں، جن کو پورا کیے بغیر جسمانی صحت اور قوت بحال نہیں رہ سکتی اسی طرح کھیل و تفریح بھی انسانی جسم کی صحت و

قوت کو بحال رکھنے اور طبیعت کے نشاط کے لیے اپنے اندر افادیت کے بہت سے پہلو رکھتی ہے،اس لیے اسلام نے کھیلوں اور صحت مند تفریح پروگراموں کی اجازت دی ہے۔[3]

اسلام کا تصورِ تفریح

اسلام کا "تصور تفریح" بڑا جامع ہے وہ نہ تو یورپ کی طرز پر ہر موقع کو کھیل و تفریح کا نام دیتا ہے اور نہ خشک اور بوجھل زندگی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ ان کے بین بین اخلاقی حدود کی رعایت کرتے ہوئے وہ مفید اور صحت مند کھیل اور تفریح کو پسند کرتا ہے۔اسلام کی اعتدال پسندی کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ وہ مرد کے لیے ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی تفریح کی اجازت دیتا ہے اور اس کا ثبوت اسوہ نبوی ﷺ سے بھی ملتا ہے تاکہ وہ بھی مشکل، کٹھن ذمہ داریوں کی انجام دہی کے ساتھ کچھ فرحت، تازگی اور خوش دلی محسوس کریں۔

تفریح کا جدید تصور

عصر حاضر میں نت نئی ایجادات نے مرد و عورت دونوں کے لیے تفریح کا تصور یکسر بدل کر رکھ دیا ہے پہلے صرف بیرونی سرگرمیوں اور جسمانی تربیت و نشو و نما کو ہی تفریح کا نام دیا جاتا تھا مگر آج جب دنیا سمٹ کر ایک ڈیوائس میں آگئی ہے تو ہر شخص کی اپنی ہی "دنیا" ہے ۔ایک کلک پر وہ جو دیکھنا اور دکھانا چاہے ،اس کے لیے ممکن ہو گیا ہے۔آج تفریح کے لیے ڈش، کیبل، کمپیوٹر، موبائل، انٹرنیٹ "ٹک ٹاک" اور "سنیک وڈیو" جیسے ہتھیار استعمال کیے جا رہے ہیں اور گھر بیٹھے "تفریح" کا سامان تخلیق کیا جا رہا ہے۔ جبکہ اسلام تنہائی کو بھی پاکیزگی کے ساتھ گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔

لہذا اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے ڈرامے، اشتہارات، ماڈلنگ شوز، اور ساءٹس پر پابندی لگائے جو تفریح کے نام پر لوگوں کا دین و دنیا خراب کر رہے ہیں۔اسلام نے تو بے حیائی کھلی ہو یا پوشیدہ، اس کی ممانعت کی ہے۔فرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[4]موجودہ دور میں تفریح کا اجتماعی تصور بدل کر انفرادی تفریح میں تبدیل ہو گیا۔ کھیل کا ایک مقصد سستی اور کاہلی کو دور کرنا تھا۔آج جو تفریح کے طریقے ہیں ان میں یہ سستی اور کاہلی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ تفریح کا مقصد وقت گزاری نہیں بلکہ اس سے انسان کی صلاحیتوں کو جِلا ملتی ہے اور یہ تربیت میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔یہ سب ایجادات چوں کہ مغرب کی ہیں لہذا ان کے ذریعے ترویج بھی مغربی معاشرے اور ثقافت کی ہوتی ہے اس سب سے اسلامی معاشرے کے اخلاق میں ایک بھونچال آیا ہے اور اس سے مسلمان بچوں کے دین اور اخلاق کی بربادی ہو رہی ہے۔

"تفریح کا یہ تصور عورت کے لیے یہ بڑا خوش کن تصور تھا۔اس نے لپک کر اسے اس طرح قبول کیا جیسے فردوس گم گشتہ اسے مل گئی ہو اور آہستہ آہستہ معاشی، معاشرتی، سماجی اور تہذیبی اُمور میں مرد کی شریک بنتی چلی گئی۔ وہ کارخانوں، دفتروں اور کالجوں میں مرد کے شانہ بشانہ معاشی جدوجہد کر رہی تھی تو پارکوں، کلبوں، گھروں اور تفریح گاہوں میں اس کے ساتھ کھیل کود اور تفریح میں حصہ لے رہی تھی اس کا وجود ہر شعبہ زندگی میں ضروری قرار پایا۔"[5]

خواتین کے حقوق تفریح پر دینی اور ثقافتی تحدیات

شریعت نے جہاں عورت کو تفریح کے مواقع سے لُطف انداز ہونے کی اجازت دی ہے وہاں یہ اجازت کچھ حدود کے ساتھ مقید ہے صرف مذہب ہی نہیں بلکہ ہر مہذب معاشرہ خواتین کو جو مواقع فراہم کرتا ہے اس کی کچھ حدود طے شدہ ہوتی ہیں اور ان کا مقصد عورت کی عزت اور وقار کو بلند رکھنا ہے۔

حدودِ لباس

لباس کا مقصد پاکدامنی قائم رکھنا ہے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت دونوں کو لباس کے خصوصی اہتمام کا حکم دیا ہے۔ عورت کو تفریح کے جن مواقع سے لُطف اٹھانے کی اجازت دی گئی ہے اس میں ایک پابندی لباس اور ستر کی بھی ہے ۔﴿يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدۡ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسٗا يُوَٰرِي سَوۡءَٰتِكُمۡ وَرِيشٗاۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقۡوَىٰ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ﴾[6] یہ آیت بتا رہی ہے کہ جسم ڈھانپنا ہر مرد و عورت کے لیے لازم ہے یہ فطری تقاضا ہے جس کی تکمیل لازمی ہے اگر کوئی لباس اپنے بنیادی مقاصد کو پورا نہیں کرتا تو گویا لباس پہننے کا حق ادا نہیں کیا گیا، وہ صرف زینت اور آرائش کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد ستر پوشی بھی ہے۔

عورت جب گھر سے باہر نکلے تو اپنے لباس کا خاص طور پر جائزہ لے اور شریعت نے جن اعضاء کی حفاظت کا حکم بذریعہ لباس دیا ہے اس کا اہتمام کرے، عورت کو اگر ضرورت کے تحت باہر جانا پڑے یا وہ تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہتی ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ لباس کے بارے میں شریعت کے احکامات کا خیال کرے۔ وہ کھیل کود اور تفریح میں ہر ایسے لباس سے گریز کرے جس کے اس کے وہ اعضاء ظاہر ہوں جن کو چھپانے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ آج کے دور میں تیراکی،، سیر اور کرکٹ اور دیگر تفریحی مواقع کے لیے جو لباس استعمال کیا جاتا ہے وہ مناسب نہیں، حتی کہ بعض حکومتی اداروں میں جو یونیفارم خواتین کو پہنایا جاتا ہے وہ لباس اور ستر کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا۔

استیذان

عورت خاندانی نظام میں مرد کے تابع ہے اس کی اجازت سے ہی وہ کسی سرگرمی میں حصہ لے سکتی ہے۔اس لیے اگر وہ اپنی آزادانہ

مرضی سے کام کرنے لگے تو خاندان کا نظام باقی نہیں رہ سکتا اور اس سے بہت سارے اخلاقی مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ یہ معاشرتی تقاضا بھی ہے کہ عورت گھر سے نکلنے سے قبل اجازت لے، کم از کم بتا کر جائے۔ تاکہ معاشرے کا اہم اور بنیادی ادارہ گھر متاثر نہ ہو۔ گھر سے باہر نکلنا کسی ضرورت کے تحت ہو یا پھر تفریح کے لیے، اس کو اپنے محرم سے اجازت درکار ہے بالخصوص اگر عورت جوان ہو، اگر محرم ساتھ ہے تو دوسری بات ہے، اسلام عورت کو ایسی تفریح کی اجازت ہرگز نہیں دیتا جس میں عورت جب، جہاں چاہے، چلتی بنے، اگر عورت کو گھر سے باہر نکلنا ہے تو اس بات کا خیال رکھے، بالخصوص آج کے حالات میں جبکہ عورت کو مختلف کھیلوں یا تفریح کے مواقع سے لطف اندوز ہونے کے لیے کئی کئی دن گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں بہتر عمل یہ ہے کہ وہ محرم کو ساتھ رکھے۔

اختلاط مردوزن کی ممانعت

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورت اگر گھر سے باہر نکلے تو ایک کنارے پر مردوں سے بچ کر گزرے اور مردوں کو بھی یہی حکم ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے اور راستہ چھوڑ دے۔ لیکن آجکل تفریح کی کوئی ایسی صورت نہیں جس میں مرد و عورت کا اختلاط نہ ہو گھر، پارک، سیر کی جگہیں غرض ہر جگہ ہی یہ اجتماع نظر آتے ہیں۔ بہت کم تفریح گاہیں اور پارک ایسے ہیں جہاں خواتین کے لیے الگ سے انتظام ہو

بقول سید جلال الدین عمری

> "اسلام اختلاط مردوزن کا سخت مخالف ہے، جبکہ یہ اختلاط موجودہ معاشرت کا لازمی عنصر ہے۔ اسلام نے غضِ بصر کا حکم دیا ہے، جبکہ موجودہ دور کے افکار کا سارا دفتر اس تصور ہی سے خالی ہے کہ کسی اجنبی عورت پر کبھی نظر پڑ بھی جائے تو آدمی کو اپنی نگاہیں نیچی کر لینی چاہئیں، اسلام تعلیم و تربیت، کھیل کود اور تفریح کے میدان میں عورت اور مرد کے اختلاط کو ان کے اخلاق کے لیے تباہ کن سمجھتا ہے جبکہ موجودہ دور میں یہ سارا انظام دونوں کے اختلاط پر ہی مبنی ہے اور اسے اس کی خوبی سمجھا جاتا ہے۔"[7]

حضرت عائشہ صدیقہ کی ذات تمام مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ ہے اور آپ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے بھی محتاط تھیں حضرت عائشہ کی نگاہ میں مردوں میں گھس کر اس کو چھونا بھی بہت ناپسندیدہ اور قبیح کام ہے اس لیے ایک ایسے ہی موقع پر اپنی لونڈی کی سرزنش کی۔[8]

ایسی صورت میں تفریح کے لیے مسلمان عورت کیسے مردوں کے ساتھ اختلاط کو پسند کر سکتی ہے جبکہ روئے زمین کی مقدس ترین سرزمین حرم پاک ہی میں اس حجر اسود کو چھونا گناہوں کے دھونے کا سبب ہے اور یہاں رش میں اس کو چھونے کی بھی ممانعت ہے۔

آواز کی حفاظت

عورت کے جسم کے ساتھ ساتھ اس کی آواز کا بھی پردہ ہے لہذا تفریح کے لیے اگر خواتین اکٹھی ہوتی ہیں اور کسی محفل کا انعقاد کرتی ہیں جس کی شریعت بھی اجازت دیتی ہو، جیسے شاعری، لطیفہ گوئی اور کہانی وغیرہ تو یہاں لازم ہے کہ یہ محفل صرف خواتین کی ہو۔ تفریح کے ایسے مواقعوں کی افادیت کے پیش نظر ان کی رعایت کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ایک بار حضرت عائشہ کو عرب کی تیرہ عورتوں اور ان کے شوہروں کا قصہ سنایا تھا جو "حدیث اُم ذرع" کے نام سے حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا﴾[9] اگرچہ یہاں خطاب نبی کریم ﷺ کی ازدواج سے ہے لیکن نبی کریم ﷺ کے گھرانے کی خواتین تمام مسلمان عورتوں کے کیے نمونہ ہیں، یہاں ان کو بھی کہا جا رہا ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنی پڑے تو باوقار لہجہ اختیار کیا جائے۔

بقول مولانا مودودیؒ:

> "ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور اندازِ گفتگو ایسا ہونا چاہیے جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزرے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع کی جا سکتی ہے، اس کے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، اُس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی اواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کر دے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دے۔۔۔ اسی بناء پر عورت کے لیے اذان دینا ممنوع ہے نیز اگر نماز باجماعت میں کوئی عورت موجود ہو اور امام کوئی غلطی کرئے تو عورت کو ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنی چاہیے تاکہ امام متنبہ ہو جائے۔

اب جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا، کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے۔ ناچے، تھرکے، بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے؟ کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ

عورت ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ ادا کریں؟ یا ہوائی میزبان بنائی جائیں اور انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل لُبھانے کی تربیت دی جائے؟ یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں۔ یہ کلچر آخر قرآن کی کس آیت سے برآمد کیا گیا ہے؟"[10]

آج صورت حال یہ ہے کہ عورت قراءت اور نعت کے مقابلوں میں بھی مردوں کے ساتھ ایک محفل میں ہی موجود ہوتی ہے، اسلام جب اس کی اجازت نہیں دیتا تو وہ موسیقی، گائیکی اور تفریح کے نام پر ناچ گانوں کی مخلوط محفلوں کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟

اوقاتِ کار کا لحاظ

عورت کے لیے تفریح میں جس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے وہ وقت ہے۔ یہ وہ اُصول ہے جس کا مسلم معاشرے میں ہمیشہ سے تصور موجود تھا۔ اس کو تفریحی سرگرمیوں کے لیے ایسے وقت کا انتظام کرنا چاہیے جب اس کی دیگر ذمہ داریاں گھر اور بچے متاثر نہیں ہونے چاہییں کیونکہ یہ اس کے وہ فرائض ہیں جن کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔ اسی طرح دن اور رات کے اوقات کا لحاظ بھی اس کے پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

مناسب ماحول

عورت کی تفریح کے لیے مناسب ماحول جیسے تحفظ فراہم کرنا بھی لازمی ہے تاکہ وہ آزادانہ ان مواقع سے فائدہ اٹھا سکے۔ جس شخص کو اللہ نے ذرا بھی سمجھ عطا کی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ کہ مسلمان مرد اور عورت کو تفریحی سرگرمیوں کے لیے الگ الگ ماحول کی ضرورت ہے، دونوں کی ضروریات اور تقاضے الگ الگ ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمان ہونے کا دعوی بھی کریں اور عملی طور پر اس اسلام کی دھجیاں بھی اُڑا دیں۔

گھر کی حدود میں تفریح کے مواقع

اسلام نے عورت کو چار دیواری کا تصور دیا ہے کہ وہ اس وقت زیادہ محفوظ ہوتی ہر جب اپنے گھر میں موجود ہوتی ہے۔ یہ رواج زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے کہ گھروں کے اندر بھی تفریح کے مواقع پیدا کیے جاتے ہیں جس میں مرد، خواتین اور بچے سبھی شامل ہوتے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کے ہاں بھی خوشی کے مواقع پر صحابہ کرام کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ بھی اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ ازدواج کا آنے والے مہمانوں سے پردہ قائم رہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ جہاں بیرونی ماحول میں تبدیلیاں آئی ہیں وہیں گھر کے ماحول میں بھی زمانہ قدیم سے چلنے والی روایات آہستہ آہستہ رُخصت ہو رہی ہیں۔

بقول ڈاکٹر اسرار احمد:

> "گھر کے اندرونی ماحول میں عورتوں کے پردے سے متعلق احکام کا عکس کچھ عرصہ پہلے تک ہمارے معاشرے میں عملی طور پر بھی نظر آتا تھا گھروں کے مردانہ اور زنانہ حصے الگ الگ بنائے جاتے تھے۔ درمیان میں ڈیوڑھی ہوتی تھی جو دونوں حصوں کو آپس میں ملاتی تھی۔ مہمان اگر کوئی نامحرم مرد ہوتا تو وہ گھر کے اندر داخل ہونے کی بجائے مردانہ حصے میں ہی ٹھہرتا تھا، جبکہ محرم افراد گھر کے اندر جا سکتے تھے۔"[11]

آج بھی عورت کے لیے باہر، بلکہ گھر کے اندر بھی تفریح کے مواقع سے لُطف انداز ہونے کے لیے ان اُصولوں اور حدود کی پابندی لازم ہے جن کا شریعت نے حکم دے رکھا ہے یعنی گھر کے اندر بھی پردے، لباس، آواز اور تفریح کے جائز صورتوں کا لحاظ باقی رکھے گی۔ جب کہ آج کی صورتِ حال یہ ہے کہ اچھے اچھے مسلمان گھروں کے اندر کے شادی بیاہ، عید وغیرہ کی خوشی کے موقع پر شریعت کے بنیادی احکامات کی ذرا برابر بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔

سیر وسیاحت

اسلامی تعلیمات کے مطابق سیر وسیاحت جائز مقاصد اور جائز طریقے پر درست ہے قرآن نے بھی اس کا حکم دیا ہے ﴿قُلْ سِيرُوا۟ فِي ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُوا۟ كَيْفَ بَدَأَ ٱلْخَلْقَ ۚ ثُمَّ ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْـَٔاخِرَةَ﴾[12] پرانے لوگوں اور علاقوں سے عبرت پکڑنا، نئے مقامات کی زیارت، خوبصورت مقامات کی سیر طبیعت کو جوان کرتی ہے اور اور فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ اسلام عورتوں کے بلا ضرورت گھر سے نکلنے کو پسند نہیں کرتا اس لیے بار بار تفریح کی غرض سے باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ اگرچہ تفریح طبع انسانی ضرورت ہے لہذا اس کو بھی ضرورت کے تحت ہی ہونا چاہیے۔ عورتوں کے لیے یہ حکم موجود ہے کہ زیادہ ہجوم والی جگہوں پر جانے سے گریز کرے، نظر کی حفاظت لازم ہے، مکمل پردہ ہو اور محرم ساتھ ہوں، اس کے ساتھ ساتھ جان، مال اور عزت کا تحفظ لازم ہے۔

ملازمت ذریعہ تفریح

اللہ تعالیٰ نے گھر کا سربراہ مرد کو مقرر کیا ہے اور ہر بڑی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے ان میں سے ایک اپنے خاندان کے نان ونفقہ کی بھی ہے عورت کو ہرگز اجازت نہیں ہے کہ وہ بلا ضرورت گھر سے باہر نکلے۔ لیکن آج اکیسویں صدی میں عورت ملازمت کو بھی ایک تفریح کے طور پر لے رہی ہے، اگرچہ بعض عورتیں ایسی بھی ہیں جو واقعتاً مجبور اور تنہا ہیں اور ملازمت ان کی مجبوری ہے مگر

اچھے اچھے گھرانوں کی جوان بچیاں بھی شوق اور تفریح کے طور پر اپنے نازک کندھوں پر یہ ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے اکیسویں صدی کا مسلمان مرد بھی اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے غافل ہوتا جارہا ہے، عورت کو ان معمولی ملازمتوں کے لیے اجنبی مردوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے کبھی لباس ان کی مرضی کا پہن کر، کبھی چہرے کو ان کے مطابق سجا کر اور کبھی کسی اور طریقے سے۔ ظاہری بات ہے ایسی صورت میں عورت حجاب کی پابندیوں کو کیسے قائم رکھ سکے گی۔

"نبی کریم ﷺ کے زمانے میں عورتوں کو جہاد میں بھی شامل ہونے کی اجازت بھی نہیں ملتی تھی حالانکہ دور جاہلیت سے یہ رواج چلا آرہا تھا کہ عورتیں جنگوں میں ساتھ جاتیں تھیں لیکن نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اس کی حوصلہ شکنی کی۔ اسلامی تاریخ کو دیکھا جائے تو صرف چند عورتوں کو اس کی اجازت تھی وہ بھی لڑنے کے لیے نہیں بلکہ ان کا کام صرف مرہم پٹی، لڑنے والوں کے لیے کھانا پکانا، مجاہدین کے پیچھے کیمپ کی حفاظت کرنا وغیرہ ہوتا۔ لیکن اس دوران بھی ان کا لباس ساتر ہوتا۔ اور یہ عورتیں اپنے ہی مردوں کے ساتھ جاتیں، اکیلی نہیں جاتیں پھر یہ پابندی بھی ہوتی کہ وہ آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر شریک نہ ہوں۔ جب رسول خدا ﷺ خود اس قدر محتاط تھے تو پھر ہم جیسی خواتین کے لیے مرد وزن کے آزادانہ اختلاط، خواتین کے سیر سپاٹے اور بازاروں میں شاپنگ کی گنجائش کہاں سے نکلتی ہے؟"[13]

عرب خواتین کی مختلف سرگرمیوں میں شرکت کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "عرب میں فرسٹ ایڈ اور طبّی امداد کا شعبہ دراصل امور خانہ داری میں ہی شمار ہوتا تھا۔ کئی خواتین اس میں ماہر تھیں لڑنا ان کے فرائض میں شامل نہیں تھا مگر کسی نے حالات کی نزاکت کو دیکھ کر دشمن کا مقابلہ کیا تو یہ ہنگامی نوعیت کا مسئلہ ہوتا تھا مسلمان خواتین نے ہر دور میں عظیم کارنامے سرانجام دیے۔ جنگ قادسیہ میں حضرت خنساء کا کردار مثالی تھا تو حضرت اسماء بنت ابی بکر حجاج کے سامنے سینہ تان کر کھڑی رہیں اسی طرح اسماء بنت یزید، خولہ بنت حکیم، ام سلیم، ام عمارہ وغیرہ کا کردار مثالی ہے۔"[14]

مسلم خواتین نے نہ صرف علم و فن میں کمال حاصل کیا بلکہ میدان جنگ میں بھی داد شجاعت پائی اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بنیادی فرائض سے بھی غافل نہ رہیں ان کے دل میں رضائے الٰہی کا جذبہ اور محاسبہ آخرت کا خوف تھا اور یہی وہ حقیقی علم ہے جس سے ہر مسلمان عورت کو آراستہ ہونا چاہیے۔ یہاں یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ اپنی بچیوں کو پڑھنا لکھنا نہ سکھاؤ، وہ عورتوں کو ایسے ہنر کی تربیت سے بھی منع نہیں کرتا جو ان کا ذریعہ معاش بنے، وہ ان کے جائز طریقوں سے کمانے اور اپنے کام کاج کے لیے گھر سے نکلنے پر بھی پابندی نہیں لگاتا مگر مغربی معاشرت میں عورت کی آزادی کا جو مفہوم لیا جارہا ہے اسلام یقیناً اس کی تائید نہیں کرتا۔

موجودہ دور نفسا نفسی کا دور ہے اور معاشی سر گرمیاں بڑھ گئی ہیں ان حالات میں اسلام عورت کے کمانے پر قد غن نہیں لگاتا مگر حجاب کی پابندی کے ساتھ وہ یہ کام کر سکتی ہے کسانوں کی خواتین سادگی اور حیاء کے ساتھ اپنے کام سر انجام دیتی ہیں ، بعض صحابیات بھی گھر سے باہر جا کر کام کیا کرتیں تھیں مثلاً حضرت اسماء بنت ابی بکر اپنے شوہر کے ساتھ ان کی زمین میں معاونت کیا کرتی تھیں ایک صحابیہ جمعہ کے روز چقندر پکا کر فروخت کیا کرتیں تھیں۔ بعض تمدنی ضروریات بھی ہیں جو عورت کی بیرونِ خانہ فرائض کی انجام دہی کا تقاضا کرتی ہیں مثلاً خواتین کے تعلیمی اداروں میں خواتین اساتذہ، کلرک، اور خواتین کے ہسپتالوں میں خواتین ڈاکٹر اور نرسیں ہی ہونی چاہییں۔

بقول ثریا بتول علوی

"خواتین کے لیے اس "شوقیہ" ملازمت کی اجازت ہر گز نہیں جو ستر وحجاب کی پابندیوں کے بغیر مکمل ہار سنگار کے ساتھ کی جائے۔ جس سے ہر روز عورت گھر سے اس طرح بن سنور کر نکلے جس طرح کوئی دُلہن اپنے سسرال جارہی ہے۔ جو خواتین محض اپنے "سوشل اسٹیٹس" کو بلند کرنے کے لیے اور "آؤٹنگ اور تفریح" کے نکتہ نظر سے ملازمت کرتی ہیں، وہ حیا اور عفت کے نام پر بدنما داغ ہیں۔"[15] موجودہ حالات میں عملاً ان پابندیوں کے ساتھ کام کرنا بڑا مشکل ہے کیونکہ مسلم معاشروں میں بھی ہر جگہ مخلوط ماحول ہے بہر حال یہ مسلم معاشروں کی کمزوری اور نااہلی ہے کہ اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی خواتین کے لیے شریعت کے ضابطوں کے مطابق کسی معاشی نظام کا بندوبست نہیں کر سکے۔

تاہم اب کچھ جگہوں پر یہ شعور بیدار ہو رہا ہے کہ طبقہ نسواں بھی چند حدود میں رہتے ہوئے ملازمت کر سکتا ہے اس کی مثال آج کل کے تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں میں دیکھی جا سکتی ہے جہاں خواتین مکمل حجاب کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور خواتین ڈاکٹر بھی پردے کے ساتھ آپریشن کر رہی ہیں۔ ایک اور مثال ایک باپردہ خاتون کیپٹن شہناز لغاری کی ہے جنھوں نے باپردہ خواتین کی انجمن بھی بنا دالی "انٹر نیشنل حجاب تحریک" "وہ" پاکستان وویمن پائلٹ ایسوی ایشن "کی چیر پرسن بھی رہ چکی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پردہ حصول تعلیم میں ہر گز رکاوٹ نہیں بلکہ معاون و مددگار ہے۔

یادالٰہی سے غفلت نہ ہو

اسلام تفریح کی اجازت ضرور دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک بامقصد زندگی کی بات بھی کرتا ہے فرمایا: ﴿ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾[16] اسلام نے تفریح کے نام پر عورت کو انہی مشاغل کی اجازت دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت سے غافل کرنے والے نہ ہوں۔ تفریح کا ایسا سامان جو نماز اور دیگر فرائض سے بھی غافل کر دے

،وہ درست نہیں ہے۔ سارا سارا دن انٹرنیٹ کا استعمال عورت کو اپنی ذمہ داریوں سے بھی ہٹادے گا۔ تفریح کے نام پر پر ہمہ وقت فون پر مصروف رہنا، اپنی بناوٹ سجاوٹ میں لگے رہنا، حتی کہ سارا دن باورچی خانے کی نظر کرنا بھی درست نہیں۔ مسلمان اپنی زندگی کو ایسے فضول مشاغل کی نظر نہیں کرتا۔

تفریح اور کھیل کود کی جائز صورتیں

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مرد کے لیے تفریح اور کھیل کے انتخاب میں کچھ پابندیاں عائد کی ہیں بالکل ویسے ہی کچھ پابندیاں عورت کے لیے بھی ہیں۔ایسے کھیل جو کم از کم جسمانی و روحانی ضروریات کی تکمیل کرتے ہوں مثلاً ،دوڑ،ورزش، سواری، تیر اندازی،وغیرہ جس طرح مرد کے لیے پسندیدہ ہیں بالکل ویسے ہی عورت کے لیے بھی پسندیدہ ہیں۔ازدواجی رشتوں کو استوار کرنے کے لیے اور خانگی زندگی کو پر مسرت بنانے کے لیے یہ بات بھی ناگزیر ہے کہ شوہر بیوی کے لیے تفریح کا سامان بھی فراہم کرے۔ سرور کائنات ﷺ اپنی ازداج کی دل جوئی کے لیے ایسا کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے خود حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ لگائی۔ بیوی کے ساتھ کھیل کھیلنا بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں مستحسن ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

> کل ما يلهوبه المرء المسلم باطل الا رمية بقوسه و تاديبه فرسه و ملاعبته امراته فانهن من الحق۔17
>
> (مرد مومن کا ہر کھیل بے کار ہے سوائے تین چیز کے: تیر اندازی کرنا، گھوڑے سدھانا، اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا؛ کیوں کہ یہ تینوں کھیل حق ہیں۔)

اس کی مثال نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ کے واقعہ سے بھی ملتی ہے۔عن عائشه رضى الله عنها:انهاكانت مع النبى ﷺ فى سفر قالت:فسابقته فسبقته على رجلى فلماحملت اللحم سابقته فسبقنى،فقال:هذا بتلك السبقة۔[18] اُم المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں، کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں جیت گئی، پھر جب میرا بدن بھاری ہو گیا تو میں نے آپ ﷺ سے (دوبارہ) مقابلہ کیا تو آپ ﷺ جیت گے۔

مندرجہ بالا واقعہ سے بیوی کے ساتھ تفریح کرنے اور دوڑ لگانے کی افادیت سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور حضور ﷺ اور ان کی زوجہ کے علاوہ وہاں کوئی موجود نہ تھا۔دوسروں کی

موجودگی میں شوہر اور بیوی کو بھی ایسی تفریح کی اجازت نہیں ہے۔اس طرح عورتوں کا عورتوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کروایا جاسکتا ہے۔نبی کریم ﷺ دوڑ کی افادیت کے پیش نظر صحابہ کرام کے ساتھ بھی دوڑ لگاتے تھے۔تفریح کے لیے ایسے مواقع جو تربیت سے تعلق رکھتے ہیں،ان کو دیکھنے کی بھی ممانعت نہیں ہے اس کا ثبوت حضرت عائشہ والے واقعہ سے ملتا ہے۔

> قالت:و کان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب فاما سالت رسول اللهﷺ ،و اما قال :تشتھین تنظرین ،فقالت:نعم ،فاقامنی و راہ خدی علی خدہ،و یقول :دونکم بنی ارفدۃ،حتی اذا مللت،قال:حسبک:نعم،قال: فاذھبی،[19]
>
> حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ عید کے دن سوڈان کے کچھ صحابہ ڈھال اور حراب کا کھیل دکھا رہے تھے،اب یا میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے کہا یا آپ ﷺ نے ہی فرمایا کہ تم بھی دیکھنا چاہتی ہو؟میں نے کہا جی ہاں۔آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا،میرہ چہرہ آپ ﷺ کے چہرے پر تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے خوب بنو ارفدہ!جب میں تھک گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا بس؟میں نے کہا جی ہاں،تو آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر جاؤ۔"گویا ایسے کھیل کھیلنا اور دیکھنا جائز اور مباح ہے۔اور اس قسم کے کھیلوں کی عصری مثالیں 6 ستمبر میں یوم فضائیہ پر فضائی مظاہرے اور فوجی کمالات کا تعلق اسی نوعیت سے ہے جنہیں دیکھا جاسکتا ہے"[20]

اسی طرح اسلام نے کچھ کھیلوں کو ناپسندیدہ ٹھہرایا ہے کیوں کہ وہ انسان کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچاتے حتی کہ وہ تفریح کے مقصد کو بھی پورا نہیں کرتے۔مثلاً کیرم بورڈ،شطرنج،لڈو،پتنگ بازی وغیرہ،یہ سب وقت کا ضیاع ہیں۔اس طرح باکسنگ اور آج کا مشہور کھیل "پپ جی" بھی حرام کے زمرے میں آئے گا کیونکہ اس میں جان جانے اور مخالف کو اذیت پہنچانے کا تصور موجود ہے،عورت کے لیے باکسنگ،ریسلنگ اور بھی ممنوع ہیں کیونکہ اس کے لباس،ستر جیسے مسائل ہوتے ہیں۔مغرب کی نقالی میں مسلمان خواتین کو ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔نبی کریم ﷺ نے ایسی مماثلت کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔من تشبہ بقومٍ فھو منھم[21](جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی اس کا تعلق اسی قوم کے ساتھ سمجھا جائے گا۔)

نتائج تحقیق

اسلامی شریعت اور مسلم ثقافت میں مسلمان عورت کو جس طرح دیگر مالی،معاشرتی اور قانونی حقوق حاصل ہیں اسی طرح چند تحدیات کے ساتھ اسے حقوق تفریح بھی حاصل ہیں۔بطور انسان اس کا حق ہے کہ وہ فرصت کے لمحات میں طبیعت کو تازہ دم اور ہشاش بشاش رکھنے کے لیے مختلف سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ ☆ان تفریحی اُمور کے سبب اس کی بنیادی ذمہ داریاں

متاثر نہیں ہونی چاہئیں مثلاً حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ۔۔ تفریحی سرگرمیوں کے انتخاب میں مغرب کی نقالی نہ کی جائے۔☆تفریح کے مواقع بامقصد ہونے چاہئیں تاکہ ان کا اس خاتون کو عملی زندگی میں کوئی نفع بھی ہوسکے۔☆مردوزن کے اختلاط کی ہرگز اجازت نہیں ہے، عورت عورتوں کے ساتھ مل کر ہی تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔☆اس سلسلہ میں اہم اقدامات حکومت کی طرف سے کیے جاسکتے ہیں مثلاً وہ خواتین کے لیے الگ الگ تفریح گاہوں کا انتظام کرے، ان کے لیے پارک، کھیلنے کے میدان، واک کے رستے الگ بنائے۔

سفارشات

خواتین کے لیے تفریح کے مواقع کو زیادہ فائدہ مند بنانے کے لیے مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

1۔خواتین کے لیے تفریحی سہولیات میں اضافہ کیا جائے تاکہ ان کے لیے مردوں کے تفریحی مقامات کی طرف جانے کا سبب ختم ہوسکے۔

2۔پردے کی سہولت کے ساتھ ان کے لیے الگ جم خانے، میدان اور واکنگ ٹریک بنائے جائیں۔

3۔ حکومتی سطح پر خواتین کے خواتین کے ساتھ مقابلوں اور کھیلوں کو ترویج دیا جائے۔

4۔اگر دور دراز کا سفر تفریحی یا کھیل کی سرگرمی کے لیے کرنا پڑتا ہے، تو اس کو محرم ساتھ رکھنے کی سہولت فراہم کی جائے۔

5۔انہی کھیلوں اور تفریحی اُمور کی اجازت دی جائے جن کی شریعت اور اسوہ حسنہ ﷺ کی روشنی میں گنجائش موجود ہے۔

6۔خواتین کی روز اول سے ایسی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے کہ وہ جان لیں کہ ان پر شریعت اور ثقافت کی طرف سے کچھ حدود عائد ہوتی ہیں اور ہر حال میں ان کی پاس داری لازم ہے، ان کو معلوم ہو کہ ان کے جائز حقوق کیا ہیں اور دین نے ان پر نہ تو مکمل پابندی لگائی ہے اور نہ ہی مکمل آزادی دی ہے۔ یہ خواتین کو باشعور بنانے کی طرف بھی اہم قدم ہوگا۔

7۔ حضرت محمد ﷺ کی ازدواج اور صحابیات کی زندگیوں سے راہنمائی لی جائے اس کے لیے ان کی سیرت کو نصاب میں شامل کیا جائے۔ مرد صحابہ کی طرح خواتین صحابیات رضی اللہ عنھمن کی زندگیاں بھی مسلمان عورت کی راہنمائی کے لیے مکمل سامان رکھتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1علوی، ثریابتول، **جدید تحریک، نسواں اور اسلام**،(لاہور، منشورات)،18

Alvi,thriyaBatool,**djdeed Tehreek-e-niswān aur Islam**,(Manshoorāt,Mansoora,Lahore),18

2القصص28،77

Al-Qasas, 28-77

3 گوہر رحمن، مولانا، **تفہیم المسائل**،(مردان: مکتبہ تفہیم القرآن،2002)،300،299

Gohar Rehman,Mólana,,**Tafheem ul Masail**,(Maktaba Tafheem al Quran,Mardan),2002, 299,300

4الانعام6،151

Al-Inām,6:151

5علوی، ثریابتول، **جدید تحریک نسواں اور اسلام**،16

Alvi,thriya Batool,**djdeed Tehreek-e-niswān aur Islam**,16

6الاعراف7،24

Al-Ahrāf,7:24

7 عمری، جلال الدین، سید، **مسلمان عورت کے حقوق اور اُن پر اعتراضات کا جائزہ**(لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب)،60

Umri,dlal ul Deen,Syed,**Muslman Orat k Haqooq aur un per ehtarazāt ka djaeza**,(AlFaisal Nashrān w Tadraan e Kutaab,Lahore)60

8 بیہقی، امام، **السنن البیہقی**، کتاب الحج، باب الاستلام فیی الزحام،5:81

Behqee, Imam, **Al Sunan ul Behqee**,Kitab ul Had,Bāb ul Istilam fi zahamm,5:81

9الاحزاب33،32

Al-Ahzāb33:32

10 مودودی، مولانا، **تفہیم القرآن**(لاہور: ترجمان القرآن)،84:84

Mudúdi,Múlānā,**Tafheem ul Quran**,(Tardaman ul Quran LHR)4/84

11اسراراحمد، ڈاکٹر، **بیان القرآن**(لاہور: قرآن اکیڈمی)،6:224

Israr Ahmed,Dr,**Bayān ul Quran**,(Quran Academy,Lahore) 6 /324

12العنکبوت2،20

Al-Ankabút,2:20

13- **تحریک نسواں اور اسلام**، 155،156

Alvi,thriya Batool,**djdeedTehreek-e-niswān aur Islam**. 155,156

14۔ایضاً 385-384

Alvi,thriya Batool,**djdeed Tehreek-e- niswān aur Islam**.384,385

15-ایضاً، 184.

Alvi,thriya Batool,**djdeedTehreek-e- niswān aur Islam**,184

16-الملک، 67،2

Al-Mulk,67:2

17 ترمذی، امام، **سنن ترمذی**، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س-ن) کتاب فضائل الجهاد عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل الله، حدیث 1637

Tirmidhi, Imam ,**Sunan un Tirmidhi**,Kitab Fazail ul Jihad un Rasool ulllah,baab ma ja aa fi Fazalul Rami fi sabbelilah,no1637

18 ابو داؤد ، سلیمان بن الاشعث، **سنن ابو داؤد** (بیروت : المکتبۃ العصریۃ، س-ن) ،کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث، 2578

Abū Dāūd, Sulaīmān Bin Al-Ash'ath, **Sunan Abū Dāūd** (Beīrūt:Al-Maktaba Al-Aṣriyya, n.d.),Ktab ul dihaad,bāb fi sabq ul radul,No: 2578

19 بخاریؒ، امام، **صحیح بخاری**، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س-ن)، کتاب الجهاد والسیر، باب الدرق صحیح، حدیث 29072

Bukhari, Imam, **Sahe Bukhari**, (Beīrūt: Al-Maktaba Al-Aṣriyya, n.d.) Ktab ul dihad wal saeer,baab ul Darq,no,29072

20http://alsharia.org/2011/jan/islam-tafreeh-tasawur-dr-mahmood-ghazi

21 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، حدیث 2030

Abū Dāūd, Sulaīmān Bin Al-Ash'ath, Sunan Abū Dāūd, No: 2030.